حافظ محمد عمار خان ناصر

بائبل کا الہام
خدائی یا انسانی

کلام الٰہی قرآن شریف میں فرمان خداوندی ہے۔

"اتاری تجھ پر کتاب حق کے ساتھ۔ تصدیق کرنے والی ہے اس چیز کی جو اس سے قبل کی ہے۔ اور نازل کیا تورات اور انجیل کو۔ (آل عمران آیت ۳)

آیت مذکورہ میں قرآن کریم، تورات اور انجیل کو منزل من اللہ قرار دیا گیا ہے۔ تورات و انجیل کے لئے انزال اور قرآن کریم کے لئے تنزیل کا لفظ استعمال کیا ہے علم الکلام کی مشہور کتاب "شرح العقائد" کی شرح "نبراس" میں لکھا ہے کہ:-

ان الانزال دفعیؒ والتنزیل تدریجیؒ یعنی انزال کا معنی یہ ہے کہ یک بارگی اور دفعۃً واحدۃً نزول ہو اور تنزیل کا معنی نجماً نجماً اور تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ہے۔ یعنی تورات و انجیل دفعۃً واحدۃً نازل ہوئیں جب کہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے۔ بعض مقامات پر قرآن کریم کے لئے بھی انزال کا لفظ استعمال ہوا ہے (سورۃ قدر آیت ۱) لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ لوح محفوظ سے قرآن کریم کو آسمان دنیا پر یک بارگی اتارا گیا جہاں سے حضرت جبرائیل امین حسب ارشاد خداوندی آیات لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ اب ہمیں تورات کے بارے یہودی اور انجیل کے بارے عیسائی نظریہ الہام معلوم کرنا ہے۔

یہودی نظریہ | قدیم یہودیوں میں سے زیادہ تر کا عقیدہ یہ تھا کہ:-

"تورات تمام غلط خرافات سے مقدم ہے اور یہ خلقت عالم موجودات میں آنے سے پیشتر تصوراً موجود تھی۔ ہر لفظ اور ہر حرف میں یکساں الہام ہے" (الہام مصنفہ پادری ایچ گیرڈنر بی اے مطبوعہ ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۴/۱۵) یہی عقیدہ ہمارا تورات، انجیل اور قرآن کے بارے میں ہے۔ لیکن جدید تحقیقات کی روشنی میں یہودیوں کو یہ نظریہ چھوڑنا پڑا۔ الہام کے متعلق ان پرانے اصولوں کو ہمیں الہامی ماننا ضروری نہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے کوئی یہودی یا جو کوئی تورات قبول کرتا ہے ان اصولوں کے ماننے پر مجبور نہیں۔ میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ پاک صحیفے کا ہر لفظ یکساں طور پر الہامی ہے۔ (ایضاً ص ۱۵) یہ کہنا زیادہ صحیح ہے اور صریح ہے

کہ خدا نے لوگوں کو الہام دیا اور ان لوگوں نے انہیں ... میں ہو کر نبوت کی باتیں کہیں اور لکھیں لیکن ان کے علم اور قوائے ذہنی و استدلالی اور ان کی اپنی اپنی شخصیت برقرار رہے۔ پھر ان کے کلام کتابوں کی صورت میں جمع کر لیے گئے۔ اور یوں خارجی یا ضعیف معنی میں یہ کتابیں الہامی کہلانے لگیں (ایضاً صہ ۱۸/۱۹) سلہ

یہودی بائبل کے وجود میں آنے سے متعلق آر۔ چلیکن برکت اللہ ایم اے لکھتے ہیں:۔

"جب یروشلم ۷۰ء میں برباد ہوگیا اور قوم یہود خستہ حال اور پراگندہ ہوگئی تو یہودی لیڈروں نے اپنی قومی روایات کو برقرار اور قائم رکھنے کے لئے ۱۰۰ء میں ایک مجلس منعقد کی۔ اس مجلس نے ان تمام کتب کو جواب عہد عتیق کے مجموعہ میں شامل ہیں۔ کتب مقدسہ قرار دے دیا اور یوں یہ کتابیں ضائع ہونے سے بچ گئیں۔ (صحت کتب مقدسہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء صہ ۲۶)

دوسری بہت سی کتابیں جو الہامی تھیں اور جن کا ذکر موجودہ کتب مقدسہ میں پایا جاتا ہے یا تو ضائع ہوگئیں یا چھپالی گئیں۔ (التوراۃ تاریخہا وغایاتہا ترجمہ سہیل میخائیل دیب مطبوعہ بیروت ۱۹۸۲ء صہ ۲۶) غزل الغزلات کی کتاب کا الہامی ہونا یہودیوں میں مختلف فیہ ہے (قاموس الکتاب شائع کردہ مسیحی اشاعت خانہ لاہور مطبوعہ ۱۹۸۷ء صہ ۶۸۲)

حزقی ایل کی کتاب کو پہلی صدی عیسوی میں چھپانے کا رجحان ملتا ہے (ایضاً ۳۲۴) یہودیوں کے ایک فرقہ سامریہ کی الگ تورات ہے جو صرف سات کتابوں پر مشتمل ہے۔ یہ تورات ۶ ہزار مقامات پر میسورٹیک متن سے مختلف ہے۔ بعض اختلافات جان بوجھ کر عمل میں لائے گئے۔ (ہماری کتب مقدسہ مصنفہ پادری ٹی سینلی مترجمہ جے ایس امام الدین بار مسنز کے ایل ناصر مطبوعہ ۱۹۸۷ء صہ ۴۲)

عیسائی نظریہ پادری گیرڈنر لکھتے ہیں:۔

انجیل میں تورات سے بھی کم خدا کا خطاب پیغمبر یا پیغمبروں سے ہے۔ یوحنا کے مکاشفہ کے علاوہ ایک بھی کتاب انجیل میں نہیں ہے۔ جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کے مصنف پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے یا اس کے مصنف کو خدا نے لکھنے کے لئے مامور کیا تھا۔ مقدس پولوس کے خطوط کی مانند چند کتابوں میں مصنف نے بیشک صفائی سے الٰہی ہدایت کے زیر اثر ہو کر لکھنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن دیگر کتابوں میں جن میں چند نہایت ضروری کتابیں شامل ہیں۔ مصنف نے کہیں ایسا دعویٰ نہیں کیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مصنفوں نے یونہی یا اپنی مرضی سے حسب موقع ان کو تحریر کیا ہے۔" (الہام صہ ۵۰)

عیسائی انجیل کے نزول کے قائل نہیں بلکہ انہی "یونہی اپنی مرضی سے حسب موقع" تحریر کردہ کتب کو

سلہ کتاب مقدس کے مصنفین حقیقی طور پر مصنف تھے نہ کہ فقط املا نویس۔ بعض باتیں انہوں نے ماخذ و منابع کا ذکر بھی کیا ہے مصنفین اپنا تجربہ بھی بیان کرتے ہیں (مسیحی علم الٰہی کی تعلیم مصنفہ پادری لوئیس برکہاف مطبوعہ ۱۹۸۰ء صہ ۲۴)

"انجیل" کا نام دیتے ہیں۔ یا للعجب!

اس کے باوجود ہمیں مسیح کے کلام میں "انجیل" کا لفظ ملتا ہے دیکھئے مرقس ۸: ۳۵، ۱۰: ۲۹، ۱۳: ۱۰ وغیرہ ان تینوں مقامات پر نیو انگلش بائبل میں انجیل (GOSPEL) کا لفظ معرفہ (PROPER NOUN) لایا گیا ہے یعنی انجیل کا ایک خاص معین وجود ہے۔ اور اسی کے لئے حضرت مسیح تبلیغ کر رہے تھے۔ ابتدائی دور میں مسیحیت ایک غیر معروف سا مذہب تھا۔ اناجیل کے اصل زبانوں کے نسخے اور دوسری تحریرات اسی زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ علاوہ ازیں پولوس یہودی نے یونانیت کو مسیحیت کے نام پر رائج کیا۔ تو معدودے اصل مسیحی اس کی سازشوں کا شکار ہو گئے۔ اغلباً اصل انجیل کے پس منظر میں چلے جانے کا دور وہی ہے۔

اب ذرا خاص مسیحی کتب مقدسہ (عہد جدید) کے الہامی ہونے کا ایک جائزہ لے لیا جائے یہ بات سب مسیحی علماء کو مسلم ہے کہ اناجیل کے مصنفین نے انسانی تحریرات سے استفادہ کر کے مسیح کی سوانح عمری لکھی۔ بلکہ لوقا کی انجیل کے دیباچہ میں انجیل نویس واضح طور پر اس کا اعتراف کر رہا ہے۔ اناجیل اربعہ کے علاوہ اور بھی لاتعداد انجیلیں تھیں جن کو "اسفار محرفہ" کہا جاتا ہے۔ عہد جدید کی تشکیل یوں ہوئی ہے کہ:۔

"پورا نیا عہد نامہ جیسے کہ ہم اسے جانتے ہیں۔ اتھاناسیس نے ۳۶۹ء میں قبول کیا۔ اور مغربی کلیسا نے "عام خطوط" اور "مکاشفہ" قبول کرنے میں زیادہ دیر کی" (رسولوں کے نقش قدم پر مصنفہ بشپ ولیم جی ینگ مطبوعہ ۱۹۸۸ء صفحہ ۲۰) اتھاناسیس کے فیصلہ کو کلیساؤں نے فوری طور پر قبول نہ کیا تھا (ایضاً صفحہ ۲۰۴)

پادری جی ٹی مینلی لکھتے ہیں:۔

"ٹرٹولین پہلا شخص تھا جس نے مسیحی نوشتوں کا عہد جدید کا نام دیا اور یوں انہیں عہد عتیق کی کتابوں کے الہام کی سطح پر رکھا" (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۶۵)

۳۹۷ء میں کارتھج کی کونسل نے اگرچہ عہد جدید کو مکمل کر دیا "لیکن ہر زمانہ میں علماء ہماری طرح یہ سوال کرتے رہے کہ وہ کیوں ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچے!" (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۶۷) معلوم ہوا کہ مسیحی کونسلز نے بے جواز طور پر عہد جدید کو الہامی قرار دیا۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہے کہ بائبل کا الہام محض یہودی و مسیحی علماء کی مجالس کا مرہون منت ہے ڈاکٹر گور کہتے ہیں کہ کلیسا بائبل پر مقدم ہے۔ (مسائل کلیسا مصنفہ بشپ گور، مترجمہ جے ڈی نمبر مطبوعہ ۱۹۲۷ء صفحہ ۴۹)